Regd. S. No 1411

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پوسٹ بکس نمبر ۷۳۹۴ کراچی ۳

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۱۱

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا

روزنامہ

المصلح

قیمت فی پرچہ ۱ آنہ

منگل

۲۳ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ

ایڈیٹر: عبدالقادر بی۔ اے

جلد ۶ | ۳ نبوت ۱۳۳۲ ھش۔ ۳ نومبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۸۰

کانگرس پارٹی آئندہ بنیادی اصولوں کی رپورٹ پر بحث میں حصہ نہیں لے گی

پاکستان کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھنے کا فیصلہ

کراچی ۲ نومبر۔ مجلس دستور ساز کے کانگرسی ممبروں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ آئندہ بنیادی اصولوں کی رپورٹ پر بحث میں حصہ نہیں لیں گے۔ آج مجلس دستور ساز کے اجلاس سے کانگرس پارٹی کے تمام ممبر اٹھ کر چلے گئے۔ جانے سے پہلے پارٹی کے لیڈر مسٹر چٹوپادھیائے نے ایک بیان پڑھا۔ جس میں پارٹی کے فیصلہ کی وجوہ بتائی گئی تھیں۔ مسٹر چٹوپادھیائے نے اپنے ایک بیان میں بتایا کہ چونکہ ایوان نے گذشتہ چند دنوں میں متواتر ایسے فیصلے کئے ہیں جن سے پاکستان کے آئندہ دستور کو مذہبی رنگ دیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں کانگرس پارٹی کی تجاویز کو مسترد کر دیا گیا ہے اس لئے پارٹی نے آئندہ بحث میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے جداگانہ انتخاب، اسلامی اصولوں سے آگاہ کرنے کے لئے ایک ادارہ کے قیام اور مملکت کا سربراہ مسلمان ہونے کے فیصلہ پر بھی اعتراض کیا۔

جناب اے کے بروہی نے کانگرسی پارٹی کے اس فیصلہ پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ان سے اپیل کی کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ آپ نے یقین دلایا کہ ایوان نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا جس سے اقلیتوں کے حقوق پر زد پڑے۔

مسٹر چٹوپادھیا کے بیان سے قبل مجلس دستور ساز نے بکثرت رائے سے فیصلہ کیا کہ پاکستان کا آئندہ نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہوگا۔

علی گڑھ میں آل انڈیا مسلم کنونشن کا سہ روزہ اجلاس شروع ہو گیا

علی گڑھ ۲ نومبر۔ آج یہاں آل انڈیا مسلم کنونشن کا سہ روزہ اجلاس شروع ہو گیا۔ کنونشن میں ملک کے طول و عرض کے آٹھ سو مسلمان نمائندوں نے شرکت کی۔ کلکتہ کے سابق میئر مسٹر بدرالدجیٰ نے اپنی تقریر میں یہ تجویز پیش کی۔ کہ جمعیۃ المسلمین کے نام سے بھارت کے مسلمانوں کو ایک نیا ادارہ قائم کرنا چاہیئے۔ تاکہ ہم اپنے مخصوص مسائل کو حل کر سکیں۔ آپ نے کہا۔ گو بہت سے ہمارے مسائل دیگر اقلیتوں سے مشترک بھی ہیں۔ لیکن اپنی ثقافت زبان اور مذہبی مسائل کے اعتبار سے ہمیں ایک علیحدہ ادارہ کی بھی شدید ضرورت ہے آپ نے مشترک معاملات پر غور کرنے کے لئے تمام اقلیتوں کی ایک کنونشن بلانے کی تجویز بھی پیش کی۔

سلسلہ احمدیہ کی خبریں

ربوہ ۳۱ اکتوبر (بذریعہ ڈاک) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت تا حال ناساز ہے۔ دل کی کمزوری کی بھی شکایت ہے بلڈ پریشر ۱۳۲ سے ۱۰۰ پر آ گیا ہے۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے التزام سے دعا فرمائیں۔

ایٹم بم کے ایک ہی دھماکے سے ۱۷ ہزار آدمی ہلاک ہو سکتے ہیں

لنڈن ۲ نومبر۔ محکمہ شہری دفاع کے افسر اعلیٰ مسٹر اے جی فیلڈ نے کہا ہے کہ اگر لنڈن کی دلز ڈان الیکٹرک فیکٹری میں ایٹم بم کا دھماکہ ہوا۔ تو اس کے نتیجہ میں کم از کم ۱۷ ہزار آدمی ہلاک اور چار ہزار زخمی ہوں گے۔ اور اس کے علاوہ اندازہ ہے کہ ایک لاکھ آدمی بے گھر ہو جائیں گے۔ شہری دفاع اور محکمہ پولیس کے ماہرین گزشتہ چار روز سے دھماکے کے متوقع اثرات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان ماہرین کا خیال ہے کہ بمباری کے بعد تین گھنٹے کے اندر اندر زخمیوں کو موقعہ واردات سے اٹھا کر ہسپتال پہنچایا جا سکیگا۔

زمانہ قبل از تاریخ کے ایک غار کی دریافت

میڈرڈ ۲ نومبر۔ اسپین میں زمانۂ قبل از تاریخ کے ایک غار کا پتہ چلا ہے اس میں سے بہت سے برتن پتھروں کے اوزار اور انسانی ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں حجری عہد کے آخری دور سے تعلق رکھتی ہیں۔

برازیل اور برٹش گی آنا کی سرحد عبور کرنے پر پابندی لگا دی گئی

جارج ٹاؤن ۲ نومبر۔ حکومت برازیل نے برازیل اور برٹش گی آنا کی درمیانی سرحد پار کرنے پر پابندی لگا دی ہے۔ چنانچہ سرحد کے ساتھ ساتھ فوج کے خاص دستے تعینات کر دیئے گئے ہیں۔ برٹش گی آنا کی طرف سے آنے والے ہر شخص کو سرحد عبور کرتے وقت شناختی کارڈ پیش کرنا ہوگا۔ اور ساتھ ہی یہ سرٹیفکیٹ بھی کہ وہ کمیونسٹ نہیں ہے۔

اسرائیل کے وزیر اعظم عنقریب سیاست سے دستبردار ہو جائینگے

ملک کی سیاسی صورت حال پر گہرا اثر پڑنے کا امکان

تل ابیب ۲ نومبر۔ اسرائیل کے وزیر اعظم ڈیوڈ بن گوریان نے اس خبر کی تصدیق کر دی ہے کہ وہ سیاست سے دستبردار ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ ان کے سیاست سے دستبردار ہو جانے کا اسرائیل میں سیاسی صورت حال پر گہرا اثر پڑے گا۔ وہ سوشلسٹ پارٹی کے لیڈر رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے مختلف طبقوں میں کافی اتحاد چلا آ رہا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ سے سوشلسٹ وزیروں اور غیر سوشلسٹ وزیروں میں اختلاف رونما ہو گیا۔ جس کی وجہ سے بالآخر وزیر اعظم نے سیاست سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ سیاسی حلقوں کا خیال ہے کہ اب حکومت ٹوٹ جائے گی۔ اور نئے انتخابات کرانے پڑیں گے۔

جلال بایار امریکہ جائینگے

انقرہ ۲ نومبر۔ جمہوریہ ترکی کے صدر جلال بایار نے کل یہاں اسمبلی کو بتایا کہ وہ امریکہ کے صدر مسٹر آئزن ہاور کی دعوت پر اگلے سال امریکہ کے دورے پر روانہ ہوں گے۔

ہندوستانی فوج نے کوریا میں جنگی قیدیوں پر گولی چلا دی

پن من جوم ۲ نومبر۔ آج جنگی قیدیوں کے کیمپ میں ہندوستانی فوج نے چینی قیدیوں پر گولی چلا کر ایک قیدی کو ہلاک کر دیا۔ ان قیدیوں پر الزام یہ ہے۔ کہ وہ ایک واقعہ قتل کی تحقیقات میں روکاوٹ ڈال رہے تھے۔

لکھنؤ کا فساد خوفناک صورت اختیار کر گیا شہر میں کرفیو کا نفاذ

پولیس کو بار بار گولی چلانی پڑی کئی طلبہ ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے

لکھنؤ ۲ نومبر۔ لکھنؤ میں طلبا اور پولیس کے درمیان فسادات کل خطرناک صورت اختیار کر گئے اور حالات پر قابو پانے کے لئے شہر میں چار روز کے لئے کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ آج بھی شہر میں ۲ مرتبہ فائرنگ ہوئی پولیس نے متعدد مرتبہ لاٹھی چارج کیا۔ اور آنسو گیس کے بم پھینکے۔ فائرنگ سے ۴ افراد کے شدید زخمی ہونے کی اطلاع ملی ہے معمولی زخمی ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ کل پولیس نے جو فائرنگ کی تھی۔ اس میں ایک آدمی ہلاک اور لاتعداد زخمی ہوئے تھے۔ کل فسادیوں نے ۱۲ بسیں اور کئی ڈاک خانے جلا دیئے تھے۔ ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے تار کاٹ دیئے گئے۔ اور کئی علاقوں میں ہجوم نے سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ ہر روز صرف ۲ گھنٹہ کے لئے صبح ۶ سے ۸ بجے تک کے لئے کرفیو اٹھایا جائے گا۔ تاکہ لوگ روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں خرید سکیں۔

آج پٹنہ میں ایک تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے طلبا کے ان ہنگاموں اور جارحانہ حملوں کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے خلاف آئین حرکات پر انہیں تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر حالات ٹھیک نہ ہوئے تو میں یونیورسٹیاں بند کرا کے ان میں تالے ڈلوا دونگا۔

جنوبی کوریا کا بھاگا ہوا ہوا باز

پن من جوم ۲ نومبر۔ جنوبی کوریا کا جو ہوا باز ایک امریکی جہاز لے کر شمالی کوریا چلا گیا تھا۔ اس کی وہاں خوب آؤ بھگت کی گئی ہے۔ اسے انعام میں ایک بڑی رقم دینے کے علاوہ فوج میں کمیشن دے کر اسے افسر مقرر کر دیا گیا ہے۔

عبدالقادر پرنٹر و پبلشر نے انجمن پریس لارنس روڈ میں چھپوا کر دفتر المصلح میکلوڈ روڈ کراچی سے شائع کیا

روزنامہ المصلح کراچی
مورخہ ۳ نبوت ۱۳۳۲ھ

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

پچھلے دنوں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے اس شعر پر جسے ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ ماہنامہ طلوع اسلام کراچی کے مدیر کی طرف سے تعریضاً اس مفہوم کا تبصرہ کیا گیا تھا۔ کہ گویا یہ شعر حسنِ ذوق اور لطافتِ خیال سے بالکل خالی ہے۔ اور کمال تعلی اور غرور سے بغیر کسی دلیل کے یہ کہنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ یہ شعر معترض کے کسی خود ساختہ ادبی معیار پر پورا نہیں اترتا۔

جہاں تک ان کے اس اعتراض کا سوال تھا۔ اس کا فوری اور مناسب جواب تو المصلح کی ایک گذشتہ اشاعت میں دیا جا چکا ہے۔ آج ہم اس شعر کے متعلق کچھ اور عرض کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آج ہمارے مخاطب طلوع اسلام کے مدیر نہیں بلکہ اپنی جماعت کے دوست ہیں جن کو خطاب فرماتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے یہ نصیحت فرمائی ہے۔

اللہ تعالےٰ کی یہ عجیب قدرت ہے کہ بعض اوقات جب وہ اپنے بندوں کو بعض ضروری امور کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ تو ان کا کوئی مخالف یا دشمن کسی رنگ میں ان پر کوئی نہ کوئی اعتراض کر دیتا ہے۔ جو بذات خود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مومنوں کی پوری توجہ اس طرف ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہر پہلو سے اس پر پیدا شدہ اعتراض کا جواب دینے کے علاوہ اس سے فوائد حاصل کرنے کی فکر بھی کی جاتی ہے۔ اور چونکہ ایسے موقعوں پر مومنوں کی ایمانی غیرت بھڑک اٹھتی ہے۔ اس لئے دشمن کی تحقیر کے مقابلہ میں وہ خاص طور پر اس چیز کو اپنے عمل سے معزز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس شعر پر اعتراض جو کیا گیا تھا وہ اپنی ذات میں تو کوئی حقیقت رکھتا ہی نہیں تھا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا۔ کہ جماعت کے دوستوں کے سامنے اسی طریق سے حضور کی یہ نصیحت ایک بار پھر آ گئی کہ

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

یہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی اس طویل نظم کا ایک حصہ ہے جو حضور نے آج سے ۳۳ سال قبل اکتوبر ۱۹۲۰ء میں لکھی تھی۔ اور جس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو

چنانچہ ۳۲ اشعار کی اس نظم میں حضور نے جہاں جماعت کے نوجوانوں کو [illegible] بیش قیمت نصائح فرمائی ہیں۔ وہاں ایک نصیحت یہ بھی فرمائی ہے۔ کہ تم اپنے اندر ذکر اللہ کی عادت پیدا کرو۔ اس لئے کہ یہ ناممکن ہے کہ تم کو ایک ذات سے محبت اور عشق ہو۔ اور پھر تم اس کا ذکر زبان سے بار بار نہ کرو۔ اگر تمہیں خدا تعالےٰ سے محبت اور عشق کا دعوےٰ ہے تو لازمی امر ہے کہ تم اس کا نام بھی بار بار اپنی زبان سے لو گے۔ ورنہ تمہارا یہ دعوےٰ غلط ہے۔ کہ تمہیں اس سے عشق اور محبت ہے

یہ نصیحت حضور نے صرف اسی شعر میں نہیں بلکہ مختلف دوسری جگہوں میں بڑی تکرار کے ساتھ فرمائی ہے۔ ایک دوسری نظم میں حضور فرماتے ہیں۔

ذکرِ خدا پہ زور دے ظلمتِ دل مٹائے جا
گوہرِ شب چراغ بن دنیا میں جگمگائے جا

اسی طرح حضور کی ایک مبسوط تقریر جو حضور نے ۱۹۱۹ء کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر فرمائی "ذکر الٰہی" کے عنوان سے ہی شائع ہو چکی ہے۔ اس میں حضور نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ ذکر کے تمام آداب و شرائط اور سب تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

قرآن مجید میں بار بار یہی نصیحت فرمائی گئی ہے۔ اور اس پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ طلوع اسلام کے اعتراض کا جواب دیتے وقت بھی قرآن مجید کی کئی آیات ایسی نقل کی گئی تھیں اور ان کے علاوہ بھی اکثر آیات ہیں جن میں "ذکر" کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ اور اس کے فوائد و فضیلت کا ذکر کر کے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ تمام عبادتوں سے بڑھ کر اسے بتایا گیا ہے۔ سورۃ عنکبوت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولذکر اللہ اکبر۔ کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر تمام امور سے بڑا اور تمام عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم کہ تم میرا ذکر کرو میں اس کے جواب میں تمہارا ذکر کروں گا۔

ترمذی کی حدیث میں آتا ہے۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عندہ ۔ ۔ ۔ وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والفضۃ وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربون اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللہ تعالیٰ۔"

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے اصحاب کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو سب سے بہتر اور پسندیدہ ہو۔ اور سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو۔ اور اس سے بہتر ہو کہ کوئی جہاد کے لئے جائے۔ اور دشمنوں کو قتل کرے۔ اور خود بھی شہید ہو جائے صحابہ نے کہا فرمائیے۔ آپ نے کہا وہ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے۔"

اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے عمل کے متعلق حدیث میں آتا ہے کان یذکر اللہ فی کل حین کہ آپ ہر وقت ذکر اللہ کیا کرتے تھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ "ذکر" ہے کیا چیز جس کو اللہ تعالےٰ اور اس کے پاک رسول نے اس قدر اہمیت دی ہے۔ آیا اس سے وہی ذکر مراد ہے۔ جو ہمارے پرانے صوفیوں کی اصطلاح میں ہے۔ اور جس کا مطلب کچھ سے کچھ ہو گیا ہے۔ یا کچھ اور چیز ہے۔ چنانچہ "ذکر الٰہی" میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ذکر کے معنے ہیں یاد کرنے کے ذکر اللہ کے یہ معنے ہوئے کہ خدا تعالےٰ کو یاد کرنا پس اللہ تعالےٰ کو یاد کرنے کے طریق کو ذکر اللہ کہتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی صفات کو سامنے رکھنا اور ان کو زبان سے بار بار یاد رکھنا اور ان کا دل سے اقرار کرنا اور اس کی طاقتوں اور قدرتوں کا معائنہ کرنا ذکر اللہ ہے۔"

اس تعریف کے بعد ذکر کی چند عملی شکلیں بھی قرآن مجید اور احادیث سے اخذ کر کے اس کتاب میں درج فرمائی ہیں۔ جن میں نماز قرآن مجید کی تلاوت۔ اللہ تعالےٰ کی صفات کا اقرار پھر ان کی تفصیل کا زبان سے بیان۔ اور پھر دوسرے لوگوں کے سامنے ان کا اظہار وغیرہ شامل ہے۔ اسی طرح بعض اور سری اور جہری صورتیں نوافل اور اوراد اور مختلف مواقع کی دعائیں جو قرآن مجید اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہیں سب اس میں آتی ہیں۔ ہم اس وقت ان تمام کی تفصیلات میں تو نہیں جا سکتے۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ ان سب کو ملحوظ رکھنے اور صحیح معنوں میں اختیار کرنے سے مراد یہ ہے۔ کہ انسان کی ہر حرکت و ہر سکون پر اللہ تعالےٰ کا ہی تصور مستولی رہتا ہے۔ اور وہ اسی دھن میں اپنا سارا وقت گزارتا ہے۔ اور یہی توحید کا مفہوم اور یہی "ذکر" کا مقصد ہے۔

"ذکر" کے فائدے کیا ہیں۔ قرآن شریف میں اس کا بھی بڑی تفصیل سے ذکر آتا ہے۔ اطمینان قلب اس سے حاصل ہوتا ہے قرب الٰہی اس سے ملتا ہے۔ بدیاں اس سے رکتی ہیں۔ ہمت اس سے بڑھتی ہے۔ دشمن پر فتح اس سے ملتی ہے۔ دعا اس سے قبول ہوتی ہے۔ گناہ اس سے معاف ہوتے ہیں تقوےٰ اور محبت الٰہی اس سے ترقی کرتی ہے۔ فلاح و بہبود اس سے وابستہ ہے۔ اور بے شمار فوائد ایسے ہیں کہ جن تک عام انسان کی نگاہ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ گویا سرتاپا انسانی زندگی کو روحانیت کے سانچے میں ڈھال دینے والی اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ ذکر الٰہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں

یاد جس دل میں ہو اس کی وہ پریشان نہ ہو
ذکر جس گھر میں ہو اس کا کبھی ویران نہ ہو

ذکر اللہ کا مضمون اپنی ذات میں اس قدر وسیع ہے کہ ہمیں اعتراف ہے۔ کہ ہم اس کی پوری تفصیل میں نہیں جا سکتے۔ اس کے لئے بھی دوستوں کو قرآن مجید احادیث حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کی کتب کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنا چاہیئے جو خود ذکر میں شامل ہیں۔ اس قدر وسیع مفہوم کے بعد اگر کوئی شخص اپنے اندر صحیح معنوں میں ذکر اللہ کی عادت ڈالے گا۔ تو یقیناً وہ ان تمام انعامات کا وارث ہو گا جن کا خدا تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب میں وعدہ کیا ہے۔

ہم اس سے پہلے دعا کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے لئے کامیابی کا صرف ایک ہی سہارا ہے کہ ہم اپنے خدا کو پکاریں اور خدا کو صحیح معنوں میں تبھی پکارا جا سکتا ہے۔ جب اس کی محبت دل میں ہو۔ اور ہر وقت انسان کے دل اور زبان سے اس کا ذکر ہوتا رہے۔ آج اگر کسی جماعت کو یہ دعوےٰ ہے کہ خدا سے وہ محبت کرتے ہیں۔ اور خدا ان سے محبت کرتا ہے۔ تو وہ صرف ہماری ہی جماعت ہے۔ اس محبت کا ثبوت اس کا متقاضی ہے کہ بے تابانہ اس کا اظہار ہوتا رہے اور اس کا نام ہماری زبانوں پر ہر وقت رہے اس لئے کہ

آگ ہوگی تو دھواں اس سے اٹھے گا محمود
غیر ممکن ہے کہ جو عشق ہو اعلان نہ ہو

اگر موت کا ایک وقت مقرر ہے تو پھر مریض کا علاج بے سود ہے

ایک غیر احمدی دوست کے سوال کا جواب

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ربوہ

سنہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے۔ کہ میں نے مسئلہ تقدیر کے متعلق ایک مہاجر دوست کے سوال کے جواب میں تین مضمون پے در پے لکھے تھے جو الفضل مورخہ ۸ر اگست سنہ ۱۹۵۰ء و مورخہ ۲۶ر اگست سنہ ۱۹۵۰ء و مورخہ ۳۰ر ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ ان میں سے پہلا مضمون تو لائل پور کے ایک مہاجر دوست کے سوال کے جواب میں تھا۔ جن کا ایک نوجوان عزیز صحیح علاج میسر نہ آنے کی وجہ سے ضلع لائل پور کے ایک گاؤں میں فوت ہو گیا تھا۔ اور دوسرے دو مضمون دو دیگر دوستوں کے سوالوں کے جواب میں تھے۔ اور گویا اصل مضمون کے لئے بطور تتمہ تھے۔ اب اسی سلسلہ میں ایک معزز غیر احمدی دوست کی طرف سے یہ سوال موصول ہوا ہے۔ کہ جب عام اسلامی عقیدہ یہ ہے۔ کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ تو پھر یہ نظریہ کہ صحیح علاج سے مریض شفایاب ہو سکتا ہے۔ درست نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ جب موت کا مقدر وقت آجاتا ہے۔ تو پھر علاج یا عدم علاج کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ گویا یا تو یہ خیال غلط ہے۔ کہ موت کا کوئی وقت مقرر ہے۔ اور یا یہ نظریہ درست نہیں کہ صحیح علاج سے بیمار شفایاب ہو سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے یہ سوال کرنے والے غیر احمدی دوست بھی اپنے ایک نوجوان بچے کی وفات سے صدمہ رسیدہ ہیں۔ اور طبعاً اس معاملہ میں اسلامی نقطۂ نظر معلوم کر کے اپنے زخم خوردہ دل کو تسلی دینا چاہتے ہیں۔ سو ذیل کے مختصر مضمون میں ان کے سوال کا جواب عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ جہاں میرا یہ مضمون ان کی علمی تسلی کا موجب ہو۔ وہاں اللہ تعالے ان کے زخم خوردہ دل کے لئے بھی اپنے فضل و رحم سے صبر اور تسکین کا رستہ کھولے۔ آمین۔ یہ دوست غیر از جماعت ہونے کے باوجود جماعت کے ساتھ دیرینہ انس اور محبت رکھتے ہیں۔ اور موجودہ پُر آشوب زمانہ میں ہمیں طبعاً ایسے اصحاب کی خاص قدر و منزلت ہے کیونکہ طوفانِ بادہیں ایک قطرۂ باراں بھی راحت کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ اور ہمارے لئے تو خدا کے فضل سے موجودہ طوفانِ عظیم میں ایسے کئی قطراتِ رحمت میسر ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ولئن شکرتم لازیدنکم

اللہ الکریم۔

جیسا کہ میں نے اپنے ابتدائی مضمون میں لکھا تھا۔ تقدیر کا مسئلہ بظاہر بالکل سادہ اور صاف ہونے کے باوجود علمی لحاظ سے بہت باریک بلکہ پیچدار مسئلہ ہے۔ اور عام لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے۔ کہ وہ اس معاملہ میں دین العجائز پر قائم رہیں۔ اور زیادہ باریک بحثوں میں پڑنے کے بغیر اس بنیادی ایمان پر قائم رہیں۔ (کیونکہ یہی ایمان مسئلہ تقدیر کا بنیادی امر ہے) کہ ہمارے مادی اور روحانی عالم میں جو قانون بھی جاری نظر آتا ہے۔ وہ سب خدا ہی کا بنایا ہوا ہے۔ کیونکہ ہمارا خدا دنیا کا صرف خالق ہی نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کا حاکم اور منصرم بھی ہے مسئلہ تقدیر کے اس بنیادی اور مرکزی نقطہ سے آگے اتنا گہرا پانی ہے۔ کہ عام انسان اس میں غوطہ کھانے سے بچ نہیں سکتا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ غوطہ کھانے والا انسان بسا اوقات ڈوب بھی جایا کرتا ہے۔

دراصل مسئلہ تقدیر کی ساری پیچیدگی چند اصولی باتوں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہ چند باتیں ایسی خاردار ہیں۔ کہ بسا اوقات ایک اوسط درجہ کا سمجھدار آدمی انہیں سمجھ لینے کے بعد بھی ان کی طرف سے عملاً غافل رہتا اور ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ یہ باتیں مختصر طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) یہ کہ خدا کا علم اس کی جاری کردہ تقدیر سے بالکل جداگانہ چیز ہے۔ اگر خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت فوت ہوگا۔ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ وہ شخص معلوم وقت پر اس لئے فوت ہوا ہے۔ کہ خدا کے علم میں اس نے اس وقت فوت ہونا تھا۔ بلکہ حقیقت اس کے بالکل الٹ ہے۔ یعنی یہ کہ خدا کو یہ علم اس لئے ہے۔ کہ اس شخص نے ایک خاص وقت میں فوت ہونا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ خدا کے علم کی وجہ سے اس شخص کی موت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا کو علم اس لئے ہے۔ کہ اس کی فلاں وقت موت واقع ہونی تھی۔ اس کی سادہ مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ اگر ایک ماہر ڈاکٹر کو اپنے خصوصی علم کی بنا پر یہ اندازہ ہو جائے کہ میرا فلاں مریض دو دن کے اندر مر جائے گا۔ اور پھر یہ مریض واقعی دو دن کے اندر مر بھی جائے (جیسا کہ بعض اوقات ایسے علمی اور فنی اندازے ٹھیک ہو جاتے ہیں) تو اس صورت میں کوئی عقلمند انسان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ مریض اس لئے دو دن میں مر گیا ہے۔ کہ ڈاکٹر نے بتایا تھا۔ کہ وہ دو دن میں مر جائے گا۔ بلکہ لازماً یہی کہا جائیگا۔ کہ ڈاکٹر کو اس لئے اس کے مرنے کا علم ہو گیا تھا۔ کہ مریض کے حالات کے ماتحت اس نے اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ وہ دو دن میں مر جائیگا۔

الغرض مسئلہ تقدیر کے معاملہ میں پہلی بات سمجھنے والی اور یاد رکھنے والی یہی ہے۔ کہ خدائی علم اور خدائی تقدیر کے فرق اور امتیاز کو مدنظر رکھا جائے۔ ورنہ قدم قدم پر ٹھوکر لگنے کا احتمال ہے۔

(۲) دوسری اصولی بات یہ سمجھنے والی ہے۔ کہ تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک **تقدیر معلق** ہے اور دوسری **تقدیر مبرم** ہے۔ تقدیر معلق تو یہ ہے۔ کہ کسی تقدیر کے ساتھ بعض ظاہر و باطن شرائط وابستہ ہوں۔ مثلاً یہ کہ اگر فلاں مریض کا وقت پر صحیح علاج ہو گیا۔ تو وہ بچ جائیگا۔ ورنہ مر جائے گا۔ (اس جگہ پھر ناظرین علم اور تقدیر کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔ کیونکہ وہ جداگانہ سوال ہے) اور دوسری قسم تقدیر کی تقدیر مبرم ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ کسی بات کے ساتھ کوئی شرائط وابستہ نہ ہوں۔ بلکہ وہ بہرحال واقعہ ہو جانے والی ہو۔ جیسے کہ مطلقاً موت ہے۔ جو بہرحال انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ خواہ جلد ہو یا بدیر۔ اور میں نے اپنے سابقہ مضامین میں اسکی مثال یہ دی تھی۔ کہ جہاں موت کا وقت تقدیر معلق ہے۔ وہاں خود موت اپنی ذات میں تقدیر مبرم ہے۔ یعنی علاج وغیرہ سے اس کا وقت ٹل سکتا ہے۔ مگر مطلقاً موت کبھی نہیں ٹل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں میں ملیریا وغیرہ کی بیماریوں کے جراثیم زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے ازالہ اور انسداد کا کوئی موثر ذریعہ میسر نہیں ہوتا۔ وہاں اموات زیادہ واقع ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان علاقوں میں ان جراثیم کے مارنے کی تدابیر اختیار کر لی جاتی ہیں۔ تو اموات کی شرح بہت کم ہو جاتی ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ اگر علاج کو بے سود سمجھا جائے۔ اور موت کے وقت کو اسی رنگ میں مقدر قرار دیا جائے۔ جس رنگ میں کہ عوام الناس اسے مقدر سمجھتے ہیں۔ تو انسدادی تدابیر کے باوجود ایسے علاقوں میں اموات میں کمی نہیں ہونی چاہیئے۔

بہرحال یہ وہ دو اصولی باتیں ہیں۔ جو مسئلہ تقدیر کے متعلق یاد رکھنی ضروری ہیں۔ ان کے علاوہ بعض اور باتیں بھی یاد رکھنے والی ہیں۔ مگر موجودہ مضمون کے لحاظ سے غالباً یہی دو باتیں کافی ہیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر ہمارے دوست ان دو باتوں کو اچھی طرح سمجھ کر یاد رکھیں گے۔ تو انشاءاللہ وہ اس مسئلہ کی بہت سی الجھنوں سے بچ جائیں گے۔

اس کے بعد میں اپنے غیر احمدی دوست کے سوال کو لیتا ہوں۔ جو اپنے نوجوان بچے کی وفات پر بے چین ہو کر پوچھتے ہیں کہ:۔

"اگر یہ نظریہ درست تسلیم کیا جائے۔ کہ صحیح اور بروقت علاج سے بیمار بچ سکتا ہے۔ تو پھر ہمارا جو یہ عقیدہ ہے۔ کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ وہ باطل ہو جاتا ہے۔"

اس شبہ کے جواب میں اول تو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ یہ جو خیال کیا جاتا ہے۔ کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ یہ خدا کے علم کے لحاظ سے ہے۔ نہ کہ اسکی تقدیر کے لحاظ سے۔ چونکہ خدا عالم الغیب ہے۔ اور کوئی بات جو آئندہ ہونے والی ہو۔ اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے وہ بہرحال ہر انسان کے متعلق یہ جانتا ہے۔ کہ اس کی موت فلاں وقت واقع ہوگی۔ مگر مندرجہ بالا تشریح کے پیش نظر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کہ ایک معین وقت پر اس کی موت اس لئے واقع ہوتی ہے۔ کہ خدا کے فیصلہ کے مطابق اس کی موت کا یہی وقت مقرر ہے۔ بلکہ حقیقت اس کے الٹ ہے۔ یعنی یہ کہ خدا کو اس کی موت کے وقت کا اس لئے علم ہے۔ کہ بوجہ عالم الغیب ہونے کے وہ جانتا ہے۔ کہ اسکی موت فلاں وقت ہوگی۔ پس جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ تو اس سے خدا کے علم کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ نہ کہ اس کی تقدیر کی طرف۔ اس تشریح کی روشنی میں صحیح علاج سے بچ جانے یا موت کے وقت کے ٹل جانے پر کوئی اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر کسی مریض نے صحیح علاج سے بچ جانا ہو۔ تو لازماً خدا کا علم بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ اور چونکہ ہم نہیں جانتے کہ خدا کے علم میں کیا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہر بیماری میں علاج کی طرف توجہ دیں۔ ورنہ ہم خدا کے پیدا کردہ اسباب سے بغاوت کرنے والے ٹھیریں گے۔

دوسرا جواب اس شبہ کا یہ ہے۔ کہ

چونکہ تقدیر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک **تقدیر معلق** اور دوسرے **تقدیر مبرم** اور اس بات کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ کہ کونسی تقدیر معلق ہے۔ اور کونسی مبرم ہے۔ (سوائے اس کے کہ وہ کوئی بات خود بیان فرمادے) اس لئے بھی ہمیں بہر حال علاج کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ تا اگر وہ تقدیر معلق ہے۔ تو خدا کے پیدا کئے ہوئے اسباب کے ماتحت ٹل جائے۔ ورنہ ہم صبر کا ثواب کمائیں۔ اور میں اوپر والے نوٹ میں یہ بھی بتا چکا ہوں کہ بے شک موت اپنی ذات میں تو تقدیر مبرم ہے۔ مگر موت کا وقت عام حالات میں تقدیر معلق ہوتا ہے۔ اور صحیح علاج سے ٹل سکتا ہے در اصل جیسا کہ میں نے اپنے مضمون شائع شدہ اخبار الفضل مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۵۰ء میں تفصیل سے بیان کیا تھا۔ انسانی موت دو طرح سے واقع ہوتی ہے (۱) **ایک** کسی حادثہ وغیرہ کے نتیجہ میں جب کہ انسانی جسم کی مشینری تو ابھی مزید زندہ رہنے کے قابل ہو۔ لیکن کسی خطرناک بیماری یا حادثہ کے نتیجہ میں وہ اپنے طبعی وقت سے پہلے ہی ٹوٹ کر ختم ہو جائے۔ جسے عرفِ عام میں بے وقت موت یا موت قبل از وقت کا نام دیا جاتا ہے اور (۲) **دوسرے** انسانی مشینری کے طبعی گھس گھساؤ (Wear Tear) کے نتیجہ میں موت واقع ہونا جو عرفاً بڑھاپے کی موت یا طبعی موت کہلاتی ہے پس طبعی موت تو لازماً آئیگی جسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ گو چونکہ ہر انسانی مشین الگ الگ قویٰ کی حامل ہوتی ہے۔ اس لئے ہر مشین کا گھس گھساؤ کے نتیجہ میں ختم ہونا بھی الگ الگ وقت کا متقاضی ہے۔ مگر بہر حال یہ ایک فطری قانون ہے۔ جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔ کہ ہر انسانی مشین کے لئے ایک وقت پر جا کر ختم ہو جانا مقدر ہے۔ اس طرح انسان کے لئے۔ ایک نہ ایک وقت مرنا تو بہر حال تقدیر مبرم ہے جس کی طرف قرآن مجید نے ان حکیمانہ الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔

كل نفس ذائقة الموت

"یعنی ہر انسانی جان ایک نہ ایک وقت ضرور موت کا مزا چکھنے والی ہے۔"

لیکن دوسری قسم کی موت جو انسانی مشین کے طبعی گھس گھساؤ کے نتیجہ میں نہیں بلکہ کسی خاص بیماری یا حادثہ کے نتیجہ میں آتی ہے۔ اور ویسے ابھی انسانی مشین طبعی رنگ میں مزید چلنے کے قابل ہوتی ہے۔ تو یہ تقدیر معلق ہے۔ جو صحیح اور بروقت علاج سے ٹل سکتی ہے اور اسی کے پیش نظر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ:۔

لكل داء دواء الا الموت

"یعنی ہر بیماری کے لئے خدا نے کوئی نہ کوئی علاج مقرر کر رکھا ہے البتہ جب تقدیر مبرم والی موت آجائے۔ تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں"۔

خلاصہ یہ کہ اول تو موت کا وقت مقرر ہونے سے یہ مراد نہیں کہ خدا کی تقدیر یہ ہے۔ یا خدا کا فیصلہ یہ ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت فوت ہو۔ بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے۔ کہ خدا کو اس بات کا علم ہے۔ کہ کسی شخص کی موت کب واقع ہوگی۔ اور جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ خدا کے علم کی بناء پر کسی شخص کو اس کے زندگی کے واقعات میں مجبور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور نہ اس معاملہ میں کسی قسم کی علمی الجھن پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ خدا کا علم اس کی تقدیر سے بالکل جداگانہ چیز ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر بفرض محال یہی سمجھا جائے۔ کہ خدا نے اپنے حکم سے ہر انسان کے لئے موت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ تو پھر بھی ہمارا فرض ہے۔ کہ بیماری میں خدا کے پیدا کئے ہوئے اسباب کے ماتحت علاج کی طرف توجہ دیں۔ کیونکہ اپنے محدود اور ناقص علم کی وجہ سے ہم نہیں جانتے کہ آیا کوئی بیماری موت کا پیغام لے کر آتی ہے۔ یا کہ علاج سے ٹل جانے والی ہے

اسی ضمن میں وہ تیسری بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے۔ جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ کہ جب انسان پر موت دو طرح سے آتی ہے۔ ایک گویا **غیر طبعی** رنگ میں جبکہ ایک اچھا بھلا جسم کسی سخت حادثہ یا سخت بیماری کی چوٹ کھا کر قبل از وقت ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسرے **طبعی** رنگ میں جبکہ انسانی جسم اپنی واجبی عمر پوری کر کے طبعی گھس گھساؤ کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو اول الذکر صورت میں (یعنی طبعی عمر سے قبل) تو علاج بہر حال ضروری ہے۔ تاکہ انسانی جسم کو قبل از وقت ٹوٹنے سے بچایا جائے۔ اور ایک ایسی زندگی کو جو دنیا کے لئے مفید ہے۔ یا مفید بن سکتی ہے۔ غیر طبعی رنگ میں ختم ہونے سے روکا جائے۔ اور دوسری صورت میں بھی بہر حال علاج کی طرف سے غفلت برتنا درست نہیں۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے۔ کہ کسی انسان کی طبعی عمر کتنی ہے اور یہ کہ اس کے جسم کی مشینری طبعی رنگ میں کب ختم ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ ہم ایک اسی سالہ بوڑھے کے متعلق سمجھیں کہ وہ اپنی طبعی عمر پوری کر چکا ہے۔ لیکن ابھی اس کے قویٰ میں ایسی رمق باقی ہو۔ کہ مناسب علاج اور مناسب خوراک کے ذریعہ وہ دس بیس سال اور زندہ رہ جائے۔ اور بزرگوں کی خدمت اور ان کی زندگی کو آخر دم تک خوشحال رکھنے کا مقدس فریضہ بہر حال مزید براں ہے۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس اہم اور نازک مضمون پر میرا یہ مختصر نوٹ ہمارے معزز دوست کی علمی تسلی کا موجب ہوگا۔ لیکن اگر انہیں اب بھی پریشانی رہے۔ تو بہتر ہوگا۔ کہ وہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں جانے کے بغیر صرف یہ سادہ عقیدہ رکھیں۔ کہ بہر حال دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا تعالےٰ کے قانون اور حکم کے تابع ہے۔ اور یہ کہ خواہ کچھ ہو۔ اس کا حکم ہر حال میں دنیا کی مجموعی بہبودی اور خوشحالی کے اصول پر مبنی ہے۔

بالآخر میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے اس دوست کا ان کے صدمہ میں حافظ و ناصر ہو۔ اور اپنی وسیع رحمت سے ان کے دل پر مرہم کا پھایہ رکھے۔ اور اس سے بڑھ کر مرہم کا پھایہ کونسا ہوگا۔ جو ہمارا رحیم و کریم خدا قرآن مجید میں خود بیان فرماتا ہے:—

ولنبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون۔ اولٰئك عليهم صلوات من ربهم ورحمة واولٰئك هم المهتدون۔

"یعنی اے رسول تو صبر کرنیوالے مسلمانوں کو ہماری طرف سے بشارت دے ہاں وہی صابر و شاکر بندے جنہیں اگر ہمارے قانون قضا و قدر کے ماتحت کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو ان کے دل و زبان سے اس کے سوا کوئی آواز نہیں اٹھتی کہ ہم سب خدا کے ہیں۔ اور ہم سب بالآخر اسی کی طرف جانیوالے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے خاص برکتیں اور خاص رحمتیں نازل ہوں گی۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے ہماری طرف آنے والے ہیں"۔

اس سے بڑھ کر کسی زخمی دل کے لئے کونسی مرہم ہوگی؟ واٰخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العالمين۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۲۷/۱۰/۵۳

وکلاء اور ڈاکٹر صاحبان کی خدمت میں ضروری یاددہانی

مجلس مشاورت ۱۹۵۲ء میں یہ طے پایا تھا۔ کہ چندہ مسجد امریکہ کے لئے۔

"وکلاء، ڈاکٹر پیشہ ور صاحبان گذشتہ سال کی آمد مقرر کریں۔ اور پھر اس تعین کے بعد اگلے سال ان کی آمد میں جو زیادتی ہو۔ اس کا دسواں حصہ چندہ مساجد میں ادا کر دیا کریں۔ علاوہ سالانہ آمد کی زیادتی کا دسواں حصہ دینے کے وہ بجٹ کے سال کے پہلے مہینے یعنی ماہ مئی کی آمد کا پانچ فی صدی مساجد فنڈ میں ادا کریں"

وکلاء ڈاکٹر صاحبان۔ اور دیگر پیشہ ور احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس شرح کے مطابق خانۂ خدا کی تعمیر کے لئے رقوم ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(وکیل المال ثانی تحریک جدید)

چندہ جات کی رقمیں ہر ماہ کی بیس تاریخ تک مرکز میں پہنچ جانی چاہئیں

نظارت بیت المال کی طرف سے یہ مستقل ہدایت ہے۔ کہ ہر ماہ کا چندہ بیس تاریخ تک ربوہ پہنچ جائے۔ مگر بعض جماعتیں اس ہدایت کی طرف کما حقہٗ توجہ نہیں فرماتیں۔

لہٰذا

بذریعہ اعلان ہذا عہدہ داران مال کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اس ہدایت کی پابندی فرمائیں۔ اور تمام رقوم مرکزی ہر ماہ کی بیس تاریخ تک مرکز میں بھجوا دیا کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(ناظر بیت المال ربوہ)

دعائے مغفرت میرے بڑے بھائی کے برادر نسبتی شریف احمد صاحب جن کی عمر تقریباً ۲۲ سال تھی۔ اور وہ (عزیز مدرسہ احمدیہ قادیان میں طالب علم بھی تھے) شاہجہانپور یو۔ پی میں ایک فلور ملز میں ملازم تھے۔ اچانک چکی کی لپیٹ میں آکر زخمی ہو گئے۔ ایک ہفتہ شدید علالت کے بعد وہیں وفات پا گئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ احباب جماعت اور درویشان قادیان کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے آمین۔

(غلام احمد ظہور انسپکٹر بیت المال)

تحریک جدید کے متعلق خدام الاحمدیہ کی ذمہ داری

تحریک جدید کا دفتر دوم خصوصیت سے ان نوجوانوں کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ جو پہلے برسر روزگار نہ ہونے کی وجہ سے۔ یا کسی اور وجہ سے تحریک جدید یا کسی بابرکت تحریک میں حصہ نہیں لے سکے۔ اس دفتر کو جاری ہوئے نو سال ہو چکے ہیں۔ مگر ابھی نسبت کے لحاظ سے بہت تھوڑے نوجوانوں نے۔ اس میں حصہ لیا ہے۔ پاکستان میں جماعت کی تعداد اڑھائی لاکھ کے قریب سمجھی جاتی ہے۔ اگر پانچ افراد کا ایک یونٹ تصور کیا جائے۔ تو کمانے والے افراد کی تعداد باسٹھ ہزار کے قریب بنتی ہے۔ دفتر اول و دوم کے مجاہدین کی تعداد اس وقت کم و بیش دس ہزار ہے۔ گویا ۵۲ ہزار کمانے والے افراد ابھی ایسے ہیں۔ جو تحریک جدید میں شامل نہیں۔ ان سب کو تحریک جدید میں شامل کرنے کا کام ہمارے واجب الاطاعت امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ کی صدارت سنبھالتے ہی نوجوانوں کی مجلس یعنی مجلس خدام الاحمدیہ کے سپرد فرمایا تھا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"میں نے صدارت مجلس خدام الاحمدیہ کا بار اسی لئے اٹھایا ہے۔ تا جماعت کے نوجوانوں کو دین کی طرف توجہ دلاؤں۔ سو میں سب سے پہلے ان کے سپرد یہ کام کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ایمان کا ثبوت دیں گے۔ اور آگے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔ اور کوئی نوجوان ایسا نہیں رہے گا۔ جو دفتر دوم میں شامل نہ ہو کوشش ہو کہ ساری کی ساری رقم وصول ہو جائے۔"

اس ارشاد کے ذریعے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خدام الاحمدیہ کا پروگرام یہ قرار دیا۔ کہ ہر نوجوان کو تحریک جدید میں شامل کرنا ہے۔ اس پروگرام کی کس حد تک تکمیل ہوئی۔ اوپر کے اعداد و شمار سے ظاہر ہے ابھی ۵۲ ہزار افراد کو شامل کرنا باقی ہے۔

کوئی کام صحیح تنظیم کے بغیر سرانجام دیا جانا ممکن نہیں۔ جب تک اس عظیم الشان کام کو کرنے کے لئے۔ ویسی ہی عظیم الشان تنظیم نہ کی جائے گی۔ وہ کام سرانجام پانے کا نہیں۔ تنظیم کی کڑی میں ہر مجلس میں۔ ایک محنتی و مستعد سکرٹری کا تقرر بطور "ناظم تحریک جدید" ضروری ہے۔ جو اس کام کی طرف پوری توجہ اور وقت دے سکے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ دیر ہوئی۔ حضرت اقدس کی منظوری سے اس عہدہ کا اعلان کر چکی ہے۔ مگر ابھی تھوڑی مجالس کی طرف سے۔ ناظم تحریک جدید مقرر کرنے کی اطلاع ہے۔ اس لئے سب مجالس کی خدمت میں سب سے پہلی درخواست یہ ہے کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں پہلا قدم وہ یہ اٹھائیں۔ کہ اگر ان کے ہاں ابھی الگ ناظم تحریک جدید مقرر نہیں تو فوراً مقرر فرمائیں۔ اس کی منظوری مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے لیں۔ اور وکالت مال تحریک جدید کو ایسے دوست کے نام سے اطلاع دیں۔

ناظم تحریک جدید کے تقرر کے بعد سب دوستوں اور عہدہ داروں کا اس دوست کے ساتھ پورے تعاون کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ اکیلا ایک دوست۔ اس کام کو کر سکے۔ مناسب ہوگا کہ سب مجالس اپنے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہفتہ تحریک جدید کے کام کے لئے مقرر کر دیں۔ جس میں ہر دوست تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ جو دوست شامل نہیں ان کے سامنے تحریک جدید کا کام رکھا جائے اور ان سے وعدہ لیا جائے۔ جو دوست شامل ہیں انہیں اپنے وعدے جلد سے جلد ادا کرنے کی تحریک کی جائے۔ اور معین تاریخ ادائیگی کے وعدے لئے جائیں اگر ضرورت ہو تو وعدہ کرنے والے دوستوں کی فہرست مکمل حساب کے ساتھ وکالت مال تحریک جدید سے ہر وقت طلب کی جا سکتی ہے۔

کام کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ کام کی رپورٹ باقاعدگی سے ارسال کی جائے۔ کیونکہ یہ بھی کام کا اہم حصہ ہے۔ اس وقت تک جو رپورٹیں ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خدام الاحمدیہ کوئٹہ اور مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی نے تحریک جدید کے بارے میں عمدہ کام کیا ہے۔ ممکن ہے باقی مجالس میں سے بھی بعض نے اچھا کام کیا ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ بغیر رپورٹ کے دفتر کو ان کا علم نہیں ہو سکتا اس لئے ہر مجلس کو چاہیئے کہ تحریک جدید کے بارے میں باقاعدگی سے اپنی کارگزاری سے اطلاع دیتی رہے۔

تحریک جدید کا کام دن بدن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پھیل رہا ہے۔ اسکے مطابق قربانی کرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کام کی وسعت ممکن نہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ شکر ہے اور اس کا احسان ہے کہ ہمیں اس زمانہ میں پیدا کیا اور ہمارے سپرد یہ خدمت فرمائی۔ نوجوانان جماعت کو خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے کہ جماعت کا ہر فرد اس تحریک میں حصہ لے اور وقت پر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ کے وعدے پورے ہو کر رہیں گے۔ مگر مبارک ہے وہ جوان وعدوں کو پورا کرنے کیلئے دستی اور کوشش کرکے خدا تعالیٰ کی طرف سے موجودہ برکات سے حصہ لینے کی توفیق پاتا ہے حضور فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ کے کام بندوں کی مدد کے محتاج نہیں۔ وہ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ مگر مبارک ہے وہ جس کے ہاتھ کو خدا تعالیٰ اپنا ہاتھ قرار دے۔ کہ وہ برکت پا گیا اور رحمت کا وارث ہو گیا۔"

(وکیل المال ثانی تحریک جدید ربوہ)

وزیر اعظم کی تقریر بقیہ صفحہ ۸

کفایت شعاری سے کیا جائے۔ تاکہ ملک میں کارخانے قائم کرنے اور زراعت کو ترقی دینے کی رفتار تیز کی جا سکے۔ اس سے یہ ظاہر ہے۔ کہ ہمارا دوسرا مسئلہ یعنی اقتصادی مسئلہ بھی استقلال اور ہمت کے ساتھ حل کیا جا رہا ہے۔ آپ کی حکومت کے سامنے تیسرا مسئلہ دستوری تعطل کا تھا۔ جس کی وجہ سے باوجود اس بات کے کہ ہم چھ سال سے آزاد خود مختار تھے۔ ہمارا آئین نہ بن سکا تھا۔ اس تعطل کو دور کرنے کا کام اس وجہ سے بھی بہت اہم ہو گیا۔ کہ اس تعطل نے قوم میں ایسے جمود کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ جو ہمارے اتحاد کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا تھا۔

کشمیر: چوتھا مسئلہ جو غالباً سب سے زیادہ اہم تھا۔ کشمیر کا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ دہلی میں پنڈت جواہر لال نہرو اور میں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ ناظم رائے شماری کے تقرر کی ایک قطعی تاریخ مقرر ہو جانی چاہیئے ہم دونوں نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا۔ کہ دونوں حکومتوں کے فوجی اور سول ماہرین کی کمیٹیاں بنائی جائیں۔ تاکہ ابتدائی مسائل کا فیصلہ کیا جائے۔ کمیٹیاں اب تک قائم نہیں ہوئیں۔ کیونکہ ان سے متعلق بعض امور ابھی تک زیر بحث ہیں۔ ابھی کل ہی میں نے وزیر اعظم ہندوستان کو ایک چٹھی لکھی ہے۔ جس میں میں نے ان سے کہا ہے۔ کہ یہ کمیٹیاں جلد از جلد قائم ہو جانی چاہئیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ کمیٹیاں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کر دیں گی۔ میں نے بارہا اس بات کا اعلان کیا ہے کہ ہم اپنے ہمسایہ ملک ہندوستان سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی خواہش کا اعادہ ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے بھی کیا ہے۔ میری دلی خواہش ہے۔ کہ کشمیر کے تنازعہ کا جلد سے جلد فیصلہ ہو جائے۔ تاکہ دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کا رشتہ مستحکم ہو جائے۔ اور دونوں ملک امن اور آشتی کی فضا میں ایسی تدابیر پر عمل کر سکیں۔ جس سے دونوں ملکوں کے عوام کی زندگی کا معیار بلند کیا جا سکے۔ کشمیر کے علاوہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان اور بھی کئی مسائل حل طلب ہیں۔ لیکن میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر کشمیر کا مسئلہ منصفانہ طور پر حل ہو گیا۔ تو باقی مسائل بہت جلد حل ہو جائیں گے۔

"قائد ملت": لیاقت علی خاں کی دوسری برسی کے موقع پر میں نے قوم سے ایک وعدہ کیا تھا۔ میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر اس بات میں شک کرنے کی کوئی وجہ موجود ہے۔ کہ قائد ملت کے قتل کی تحقیقات تسلی بخش نہیں۔ تو ہر امکانی کوشش کی جائے گی۔ کہ فضا شک و شبہ سے پاک ہو جائے۔ میں اسی وعدہ پر قائم ہوں۔ یہ وعدہ کرتے ہی میں بیمار پڑ گیا۔ لیکن بیماری کی حالت میں بھی میں نے کاغذات منگوائے اور ان پر ایک نظر ڈالی۔ اس دوران میں اخبارات میں جو کچھ چھپا ہے۔ وہ بھی میری نظر سے گذرا ہے۔ اور جو تجویزیں پیش کی گئی ہیں۔ وہ بھی میں نے دیکھی ہیں۔ جب مجھے کاغذات کو اور اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملے گا۔ تو میں ان تمام تحریرات کو پیش نظر رکھوں گا۔ جب ڈاکٹر مجھے معمول کے مطابق کام کرنے کی اجازت دیں گے۔ تو میں قائد ملت کے قتل کی تحقیقات کے کاغذات پر غور کرنے کے مسئلے کو سب سے زیادہ اہمیت دوں گا۔ اخبارات نے جو تجاویز پیش کی ہیں۔ اور جو تجاویز ذمہ دار حلقوں کی طرف سے میرے پاس پہنچی ہیں۔ ان پر مناسب غور کیا جائے گا۔

عشری سکہ: اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے ایک تجویز آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس تجویز پر میں نے اور میرے رفقائے کار نے کافی غور کیا ہے۔ میں اس ملک میں عشری سکہ رائج کرنے کے متعلق آپ کی رائے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر عشری سکہ ملک میں رائج ہو گیا۔ تو ایک آنہ کا سکہ اڑا دیا جائے گا۔ اور ایک روپے کو سو حصوں یعنی سو پیسوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ روپے کی قیمت وہ رہے گی جو اب ہے۔ لیکن پیسے کی قیمت گھٹ جائیگی۔ کیونکہ ایک روپے میں بجائے ۶۴ پیسوں کے ۱۰۰ پیسے ہوں گے۔ عشری سکے میں بہت سے فائدے ہیں۔ روپوں کو اور روپوں کی کسروں کو جمع کرنا بہت آسان ہو جائیگا۔ حساب کے سوال نکالنے میں طالب علموں کی مصیبتوں کا بڑی حد تک خاتمہ ہو جائے گا۔ بہی کھاتہ رکھنے میں بہت آسانی ہو گی۔ اور پاکستان میں بھی حساب لگانے کی مشین استعمال ہو سکے گی۔ جو دنیا کے بڑے بڑے ملکوں اور بڑی بڑی فرموں میں استعمال ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک کے کم تعلیمیافتہ لوگوں کے لیے روپے پیسے کا حساب لگانا آسان ہو جائیگا۔ بہت ہی اچھا ہو۔ اگر ہمارے ملک کے اخبارات اس مسئلے پر رائے عامہ معلوم کریں۔ اگر آپ میرے دفتر کے نام ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر مجھے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ تو میں بہت ہی ممنون ہوں گا۔ رائے پوسٹ کارڈ پر ہو۔ اور اس میں نہایت اختصار سے کام لیا جائے۔ شاید یہ پہلا موقع ہے۔ کہ حکومت کی ایک پالیسی کے متعلق عوام کی رائے اسی طرح دریافت کی جا رہی ہے۔

میری درخواست ہے۔ کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ تاکہ ہم آئندہ بھی اہم مسائل کے متعلق آپ کی رائے اسی طرح معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔ خدا حافظ

پاکستان زندہ باد۔

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں ایڈیٹر زمیندار

اختر علی خان کی بقیہ شہادت

لاہور ۲۸ اکتوبر: فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں بدھ کے روز مولانا اختر علی خان نے گواہی جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"زمیندار" نے ۲۱ نومبر ۱۹۵۲ء کا مقالہ افتتاحیہ میں نے ہی لکھا تھا۔ دستور ساز اسمبلی میں حکومت کے قائدین نے یہ نظریہ اختیار کیا تھا کہ تمام فرقہ وار پروپیگنڈا سختی سے بند کیا جائے۔ میں نے مذکورہ بالا مقالہ میں اس نظریہ پر اظہار رائے کیا تھا۔ آپ نے کہا۔ میں نے پبلک سے اپیل کی تھی کہ وہ تحریک کو چلانے کے لئے ایک کروڑ روپیہ فراہم کریں۔ یہ رقم احمدیہ عقائد کے خلاف جوابی پروپیگنڈا کے لئے مقصود تھی۔ آپ نے اعتراف کیا۔ کہ میں نے اپنی تقریر میں جس کی رپورٹ ۱۴ نومبر ۱۹۵۲ء کے زمیندار میں چھپی ہے پچاس ہزار رضاکاروں کی بھرتی کی اپیل کی تھی۔ آپ نے یہ بھی تسلیم کیا کہ میں نے ۱۱ ستمبر کے "زمیندار" میں خواجہ ناظم الدین کی یوم آزادی کے موقع پر کی گئی تقریر پر مخالفانہ تبصرہ کیا تھا۔ اس تقریر میں انہوں نے تحریک ختم نبوت کو ہوا دینے والے اخبارات کو انتشار پسند قرار دیا تھا۔ (دستاویز ڈی۔ای ۱۴۳)

آپ نے کہا میں نے ستمبر ۱۹۵۲ء میں وزیر تجارت کے پاس پی۔این۔ای۔سی کے ایک وفد کی قیادت کی تھی۔ "نیوز پرنٹ" حاصل کرنے کے سلسلے میں اخبارات کی مشکلات کا اظہار کیا تھا۔ وزیر تجارت نے وفد سے کہا تھا۔ حکومت بہت جلد نئی پالیسی کا اعلان کر دے گی۔ اور یہ مشکلات دور ہو جائیں گی۔ اس کے بعد "زمیندار" اور دوسرے اخبارات کو مزید کاغذ کا کوٹہ دیا گیا۔

آپ نے کہا ۴ ستمبر ۵۲ء کے "زمیندار" میں یہ اعلان صحیح تھا۔ کہ اس دن مجلس عمل کا ایک وفد وزیر اعظم سے دوپہر کو ملاقات کرے گا۔ اور اس کے بعد اس بات چیت کے نتائج کے پیش نظر آئندہ پروگرام کا فیصلہ کرنے .... کے لئے مجلس کا ایک اجلاس چار بجے شام منعقد ہوگا۔

گواہ نے کہا۔ دستاویز ڈی۔ای (۱۴۴) وزیر اعلیٰ کی اس تقریر کی رپورٹ ہے جو انہوں نے ۱۹ اگست کو حضوری باغ میں کی تھی۔ لیکن میں نے وہاں یہ تقریر نہیں سنی تھی۔

مولانا اختر علی خان نے کہا۔ ۲۰ ستمبر کو مجلس عمل کا ایک اجلاس ہوا تھا۔ اور اس میں صوبہ بھر میں کانفرنسیں منعقد کرنے کے پروگرام کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس اجلاس کی کارروائی کی رپورٹ دستاویز ڈی۔ای ۱۳۵ ہے۔

۱۰ ستمبر کے "زمیندار" میں شائع ہوئی تھی۔ آپ نے کہا۔ میں ظفر احمد عثمانی کو نہیں جانتا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے قمر احمد عثمانی کو ڈائرکٹر تعلقات عامہ کے نام سفارشی خط دیا ہو ....

....

.... گواہ کو یہ بھی یاد نہیں تھا۔ کہ ظفر احمد عثمانی مجلس عمل کے رکن بھی تھے۔ کہ نہیں۔ مولانا نے کہا۔ اگر میرے اخبار میں ایسی خبر چھپی ہے تو یہ خبر درست ہوگی۔ دستاویز ڈی۔ای ۱۳۶ دکھلانے اور سوال پوچھنے پر گواہ نے تسلیم کیا۔ کہ یہ وہی خط ہے۔ جو انہوں نے قمر احمد عثمانی کو دیا تھا۔ خط میں قمر احمد عثمانی کو مولانا ظفر احمد عثمانی صدر جمعیت العلمائے اسلام کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ مولانا داؤد غزنوی نے بیان کیا۔ کہ ظفر احمد عثمانی نام کا کوئی شخص جمعیت العلمائے اسلام کا صدر نہیں رہا۔

مولانا اختر علی خان نے کہا۔ کہ آر۔ شبلی۔ اشرف عطا اور مظفر احسانی عملہ زمیندار کے ارکان ہیں اور وہ تحریک ختم نبوت کے حق میں مضامین لکھتے تھے۔ کیونکہ اخبار کی پالیسی یہی تھی۔ البتہ مجھے اس بات کا علم نہیں۔ کہ انہیں ڈائرکٹر تعلقات عامہ کے دفتر سے بھی رقوم مل رہی تھیں۔

آپ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ وزیر اعلیٰ سے ہماری ملاقات کے دوران میں انہوں نے ہمیں بار بار یہ بتایا تھا۔ کہ مطالبات کی منظوری یا استرداد مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اور ہمیں ان کے پاس آنے کی بجائے خواجہ ناظم الدین کے پاس جانا چاہیئے۔ اور اس بات کی منظوری کے لئے ان پر زور دینا چاہیئے انہوں نے یہ کہا تھا۔ کہ جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہمیں بار بار کہا تھا۔ کہ میں مطالبات سے مکمل ہمدردی رکھتا ہوں۔ اور اس معاملہ میں جو کچھ میں کر سکتا ہوں میں نے کیا ہے۔

مولانا نے کہا۔ کہ میں نے شبلی سے کوئی بات چیت نہیں کی تھی۔ میں نے شبلی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میاں ممتاز محمد دولتانہ نے "اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن" کو جاری رکھنے پر اظہار تحسین کیا تھا۔ اور یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ تحریک کو زور شور سے چلایا جائے۔ اور اسے مرکز ہی کے خلاف رکھا جائے۔ کیونکہ اگر یہ صوبائی حکومت کے خلاف ہو گئی۔ تو ان (میاں ممتاز دولتانہ) کی اپنی پوزیشن کو نقصان پہنچے گا۔

مولانا نے کہا۔ کہ مسٹر تاج الدین نے مجھے خط (دستاویز ڈی۔ای ۱۳۰) نہیں لکھا تھا۔ آپ نے کہا "زمیندار" ۱۰ مارچ کو بند ہوا

تھا۔

سوال: کیا گلبرن "آزاد" کو نیا ڈیکلریشن دیا گیا تھا جو عملاً "زمیندار" کا ہی اجراء تھا؟

جواب: میں جیل میں تھا۔ مجھے اس کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

مولانا داؤد غزنوی کو اکن مجلس عمل کی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ مجلس عمل میں کوئی اختلاف رائے نہیں تھا۔ یہ اس سوال کے جواب میں کہا گیا۔ کہ کیا مجلس عمل میں دو گروپ نہیں تھے۔ پہلے گروپ کا نظریہ یہ تھا۔ کہ مطالبات آئینی حدود کے اندر رہ کر منوائے جائیں۔ اور دوسرا گروپ آئینی حدود سے تجاوز کا حامی تھا؟

مولانا اختر علی خان نے کہا۔ ہر کسی کی یہ خواہش تھی۔ کہ تحریک کو آئینی حدود کے اندر رکھا جائے۔ اس کی وضاحت مجلس عمل کے ارکان نے پبلک جلسوں میں اپنی تقریروں کے ذریعہ کی تھی۔

سوال: جب گورنر جنرل اور وزیر اعظم کی قیامگاہ کی طرف پانچ پانچ رضاکاروں کے دستے بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اگر اس وقت کراچی میں دفعہ ۱۴۴ نافذ ہوتی۔ تو کیا آپ اس اقدام کو آئینی حدود کے اندر تصور کرتے؟

جواب: یقیناً

گواہ نے کہا۔ کشمیر سے متعلقہ قرارداد میں "براہ راست اقدام" کے الفاظ سے یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے۔ کہ ہم آئندہ اقوام متحدہ کی وساطت سے گفت و شنید نہیں کریں گے ہم براہ راست ہندوستان سے گفت و شنید کریں گے اسی طرح مجلس عمل کی قرارداد میں "راست اقدام" کا استعمال کیا گیا۔ جس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ مجلس عمل کی مداخلت کے بغیر عوام براہ راست گورنر جنرل اور وزیر اعظم کے سامنے اپنے مطالبات پیش کریں گے۔ ۱۳ جولائی کو برکت علی محمڈن ہال میں جو کنونشن ہوا۔ میں اس میں موجود نہیں تھا۔ نہ ہی میں کنونشن کے کنوینروں کے اجلاس میں موجود تھا۔ داعی کمیٹی مولانا داؤد غزنوی نے قائم کی تھی۔ مولانا اختر علی نے عدالت میں داعی کمیٹی کے دعوت ناموں کی نقول کی تصدیق کی۔

جماعت اسلامی کے وکیل چوہدری نذیر احمد خان کی جرح پر مولانا اختر علی خان نے کہا "زمیندار" صوبہ میں سب اخباروں سے زیادہ چھپتا تھا۔ اور وہ مسلم لیگ کی پالیسی کا غیر مشروط طور پر حامی تھا۔

مولانا نے کہا۔ کہ میں نے تحریک کے حق میں جو مضامین لکھنے شروع کئے تھے۔ ان کے خلاف مرکزی یا صوبائی لیگ نے مجھے کبھی وارننگ نہیں دی تھی۔ اور مرکزی یا صوبائی حکومت نے میرے اخبار میں شائع ہونے والی کسی چیز کی تردید یا وضاحت کرنے کی بھی کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔

مولانا نے کہا۔ مرکزی مسلم لیگ کے لیڈر

پوری طرح مطالبات کے حق میں تھے۔ ان مطالبات کے لئے جس طرح زور دیا جا رہا تھا وہ اس کے بھی حق میں تھے ....

.... مجھے جس افسر سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا اسے میں نے ان مطالبات اور مطالبات منوانے کے طریق کار کے حق میں پایا۔

فسادات کیسے ہوئے؟

چوہدری نذیر احمد نے پوچھا کہ اگر تحریک کو آئینی حدود کے اندر ہی چلایا جانا تھا تو وہ بعد میں فسادات کیسے ہوئے؟

اس سوال کے جواب میں گواہ نے بتایا۔ کہ ان کی رائے میں کون سے عوامل فسادات کے ذمہ دار بنے تھے۔ گواہ نے بتایا کہ ۶ مارچ سے قبل مجھ سے جو افسر بھی ملے۔ ان میں سے کسی نے بھی میرے اخبار میں شائع ہونے والی کسی چیز کو ناپسند نہیں کیا۔

میاں ممتاز محمد خان دولتانہ کے وکیل مسٹر یعقوب علی خان کی جرح پر مولانا اختر علی خان نے کہا ۱۹۰۶ء کے بعد "زمیندار" مسلسل احمدیوں کے خلاف اور عقیدہ ختم نبوت کے حق میں رہا۔ میرے والد ہمیشہ احمدیہ عقائد کے خلاف رہے۔

مولانا نے کہا کہ میں ۱۹۵۱ء میں پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔ یہ کانفرنس ہی اخباروں کی ایسی جماعت تھی۔ جسے حکومت نے تسلیم کیا تھا بلکہ حکومت نے یہ چاہا ہے۔ کہ اخباروں سے اس کا دوستانہ رابطہ رہے۔ نیوز پیپرز ایڈیٹرز کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے میں نے اخباروں اور حکومت کے درمیان ثالث کا کام کیا۔ خواجہ ناظم الدین کو اس سے بڑا خوف آتا تھا۔ کہ اخبارات میں حکومت کے خلاف کسی قسم کا پروپیگنڈا شروع نہ ہو جائے۔ پولیس کے متعلق امور کے سلسلے میں میں اکثر وزیر اعظم سے ملا کرتا تھا تحریک کے سلسلہ میں وزیر اعلیٰ سے صرف میں ایک مرتبہ ملا۔ اور وہ جیسا کہ میں نے ابھی کہا تھا۔ جولائی یا اگست ۱۹۵۲ء میں وزیر اعلیٰ سے میری گفتگو کے دوران میں انہوں نے واضح طور پر کسی موقع پر بھی یہ نہیں بتایا۔ کہ وہ مطالبات کے حامی ہیں۔ یا یہ کہ انہیں ان سے اتفاق ہے

.... ۱۹۰۸ء میں ہی متحدہ ہندوستان میں احمدیوں کے خلاف تحریک شروع ہو گئی تھی۔ یہ تحریک مولانا ظفر علی خان نے ہی شروع کی۔ میں بھی بلاشبہ اس مسئلہ پر ہمیشہ اپنے والد کے نظریات کے حق میں رہا۔

جب ۱۹۴۷ء میں چوہدری محمد ظفر اللہ خان کو مرکزی کابینہ میں شامل کیا گیا تو "زمیندار" نے اس تقرر کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ اور میرے والد نے پبلک جلسوں میں تقریریں کر کے اس نظریے کا اظہار کیا تھا "زمیندار" کا پریس ۱۹۴۷ء میں احمدیوں کے

خلاف سرگرمیوں کی بنا پر ضبط کیا گیا تھا۔ میں نے پوری دیانتداری کے ساتھ اس تحریک کی حمایت کی ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ میں نے کسی دوسرے شخص کے ایما پر تحریک میں شمولیت اختیار کی تھی۔

مولانا اختر علی خان نے کہا۔ "احمدیوں نے اس عدالت کے سامنے اپنے تحریری بیان میں جو اعلانات کئے ہیں۔ اور جنہیں مئی ۱۹۵۳ء میں جس طرح شائع کیا گیا۔ اس سے تنازعہ ختم ہو جاتا ہے۔ میرا احمدیوں کو اب دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر احمدیوں کے خلاف تحریک دوبارہ شروع ہوتی ہے تو میں اس میں یقیناً شریک نہیں ہونگا۔ لیکن جس وقت تحریک جاری تھی۔ اگر اس وقت مجھ سے تحریک سے علیحدگی کے لئے کہا جاتا۔ تو میں ایسا نہ کرتا۔

فوجی پوچھ گچھ!

مجھے ۴ مارچ کو جیل میں بھیجا گیا تھا۔ اور اس کے تین چار ہفتے بعد مجھے فوجی افسر باہر لے گئے تھے۔ مجھے ٹرک میں بٹھا کر ۶ لانسرز کے میس میں لے جایا گیا۔ ہم میس میں ساڑھے بارہ بجے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ میں نے ساتھ والے کمروں سے چیخیں سنیں۔ جو اس آدمی یا ان آدمیوں کی لگتی تھیں۔ جنہیں پیٹا جا رہا تھا۔ تین بجے کے قریب ایک سپاہی میرے پاس آیا۔ اور مجھے کہا۔ کہ تم شریف آدمی لگتے ہو۔ اور اگر تم نے کوئی چوری کی ہے۔ تو اس کا بتا دینا تمہارے لئے اچھا ہوگا۔ اس نے کہا۔ ورنہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا۔ جو تمہارے ساتھ والے کمرے کے لوگوں سے ہو رہا ہے۔ میں نے سنتری سے نماز کے لئے مصلیٰ مانگا لیکن اس نے کہا کہ وہ تمہیں نہیں مل سکتا۔ چنانچہ میں نے اپنی شیروانی بچھا کر نماز ادا کی۔ چار بجے مجھے کیک پیسٹری کے ساتھ میری پوزیشن کے مطابق چائے پلا دی گئی۔ یہاں سے مجھے ۶ لانسرز کے میس روم میں لے جا کر کرنل نواز ایڈجوٹینٹ حبیب احمد اور ایک دو دوسرے فوجی افسروں کے پاس لے جایا گیا۔ انہوں نے آٹھ بجے رات سے لیکر اگلی صبح دس بجے تک مجھ سے پوچھ گچھ کی۔ مجھے سونے کی اجازت نہ دی گئی۔ انہوں نے باری باری مجھ سے پوچھ گچھ کی۔ گیارہ بجے پوچھ گچھ ختم ہو گئی۔ اور میں نے فوجی افسروں کے رویہ میں اچانک ایک تبدیلی محسوس کی۔ وہ زیادہ با اخلاق اور سوشل ہو گئے۔ پوچھ گچھ کے دوران میں ان کا برتاؤ بہت سخت اور تہدید آمیز تھا۔ ان کے برتاؤ سے میرے دل میں یہ راسخ خیال آیا۔ کہ وہ مجھ سے مسٹر دولتانہ کے خلاف کوئی جھوٹی سچی بات کہلوانا چاہتے ہیں۔

عدالت کے ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ فوجی افسروں کے رویہ میں گیارہ بجے تبدیلی آئی تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے میں وہ بیان دے چکا تھا۔ جس کی انہیں خواہش تھی۔ گواہ نے مزید کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ میرے بیان سے ان کی تسلی ہو گئی ہے۔ لیکن رات کو میں نے جو بیان بھی فوجی افسروں کو دیا۔ وہ سچ تھا۔ اس بیان پر میرے دستخط ہوئے تھے۔ فوجی مصر تھے۔ کہ میں بیان اپنے ہاتھ سے لکھوں۔ لیکن چونکہ میں رعشہ کی مرض میں مبتلا ہوں۔ اس لئے میں نے ان سے کہا۔ کہ وہ میرا بیان لکھیں۔ وقت انہیں کس قدر وقت لگا۔ وہ رات کو بھی کچھ لکھ رہے تھے۔ اور دن کو بھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرا بیان اسی طرح لکھا بھی گیا تھا جس طرح میں نے دیا۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے جیل میں جو بیان کا حصہ لکھا اسے پھاڑ دیا گیا تھا۔ میں نے بیان پر دستخط کرنے سے پہلے انہیں پڑھا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میرا بیان کتنے صفحات پر مشتمل تھا۔ مجھے میس میں چار روز تک رکھا گیا مارشل لاء کے رکھنے سے کوئی ایک ہفتہ قبل مجھے جیل سے دوبارہ میس میں بلایا گیا کرنل نواز نے مجھ سے دوبارہ پوچھ گچھ کی۔ اس موقع پر فوجی افسروں کا رویہ کافی با اخلاق تھا۔ دوسرے موقع پر کرنل نواز خود جیل میں آئے۔ اور انہوں نے مجھ سے پوچھ گچھ کی خواہش ظاہر کی۔ جیل کے ایک افسر نے کہا کہ انٹرویو کے وقت وہ بھی موجود ہوگا۔ لیکن کرنل نواز نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ افسر نے اپنا نام واپس لے لیا۔ اور مجھے میس میں لے جایا گیا۔ کرنل نواز نے مجھے لکھ کر دینے کو کہا۔ کہ چونکہ میرے خلاف کوئی کیس نہیں ہے۔ اس لئے مجھ پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ اور مجھے رہا کر دیا جائے۔ اس کے مطابق میں نے ایک عرضی لکھ دی۔ کہ چونکہ کرنل نواز مجھے بے قصور سمجھتے ہیں۔ اس لئے مجھ پر مقدمہ چلا کر مجھے بری کیا جائے۔ کرنل نواز اس درخواست کو لے گئے۔ لیکن اگلے روز وہ جیل میں آئے اور مجھے کہا۔ کہ میں ان کا نام درخواست میں سے کاٹ دوں چنانچہ کرنل نواز نے اردو میں ایک درخواست لکھی اور میں نے اس پر دستخط کر دیئے۔ اس درخواست کا ترجمہ دستاویز ڈی۔ ای۔ ۱۵ ہے۔

سوال:۔ جب آپ کو پہلی دفعہ چھاؤنی سے لے جایا گیا۔ تو بیان لینے کے بعد آپ کو چار روز تک وہاں کیوں رکھا گیا؟

جواب:۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ان دنوں میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔

یہ درست نہیں ہے۔ کہ جب فوجی عدالت میں مجھ پر مقدمہ چلایا گیا تو مجھے کہا گیا تھا۔ کہ میں نے اس سے پہلے میجر جنرل محمد اعظم کو ایک درخواست بھیجی ہے۔ اس لئے فوجی عدالت کے سامنے میرا بیان اسی درخواست کے مطابق ہونا چاہیئے۔

سوال:۔ کیا مقدمے کے دوران میں آپ کو کوئی درخواست دکھائی گئی تھی؟

جواب:۔ جہاں تک مجھے یاد ہے نہیں۔

مولانا نے کہا۔ جب مجھے پہلی دفعہ چھاؤنی لایا گیا۔ تو مجھے وہ بیان نہیں دکھایا گیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ جب مجھے فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو مجھے توقع تھی۔ کہ میں بری کر دیا جاؤں گا کیونکہ کرنل نواز نے مجھے کہا تھا۔ کہ میں بالکل بےگناہ ہوں جس ماحول میں میرا بیان قلمبند کیا گیا۔ وہ بہت ڈراؤنا تھا۔ میرے اردگرد سنگینوں والے سپاہی کھڑے تھے۔ میں اس وقت بے یار و مددگار تھا۔ اور مجھے کوئی صلاح مشورہ دینے والا بھی نہیں تھا۔ مجھے یہ بھی علم تھا کہ فوج مجھ سے کیا کہلوانا چاہتی ہے۔ اور دراصل سچائی کیا تھی۔ اور یہ عین ممکن ہے۔ کہ میں نے اگر کچھ کہا ہے تو شاید اس لئے کہا ہو۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا۔ کہ افسر مجھ سے مسٹر دولتانہ کے خلاف کچھ کہلوانا چاہتے تھے۔ جب عدالت کی طرف سے میرے سابق بیان کے متعلق کہا گیا۔ تو میں اس پر قائم رہا کیونکہ مجھے ڈر تھا۔ کہ اگر میں اس کے خلاف گیا تو مجھے سزا مل جائے گی۔

حکومت پنجاب کی طرف سے مسٹر فضل الٰہی نے گواہ سے وہ بیان پڑھنے کو کہا۔ جو انہوں نے فوجی عدالت کو دیا تھا۔ اور دریافت کیا۔ کہ اگر اس کے کسی حصے کو غلط قلمبند کیا گیا ہو یا وہ غلط ہو۔ مولانا اختر علی خان نے کہا۔ کہ جس حصے کے ایک طرف نیلی پنسل سے نشان ہے۔ وہ درست نہیں ہے۔ اس حصے میں لکھا ہے۔ میں تقریباً ہفتے بھر کے وقفے کے بعد میاں ممتاز دولتانہ کو باقاعدگی سے اُن کے گھر ملنے جاتا تھا۔ ان ملاقاتوں کے دوران میں اُنہوں نے مجھے بتایا۔ کہ مسلم لیگ نے ان مطالبات کو تسلیم کرنے کے متعلق ایک قرارداد منظور کی ہے۔ مثال کے طور پر احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ چودھری ظفر اللہ کو وزارت سے برطرف کر دیا جائے۔ میاں ممتاز دولتانہ نے ملاقات کے دوران میں مجھے بتایا۔ کہ وہ اس تحریک کو شروع کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ بیان کا باقی حصہ درست ہے۔

مولانا

گواہ نے کہا۔ کہ اپنے آپ کو مولانا اس لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے والد مولانا ظفر علی خان مولانا کہلاتے ہیں۔

عدالت کے ایک سوال کے جواب میں مولانا نے کہا۔ میں داڑھی اس لئے نہیں رکھتا۔ کیونکہ داڑھی اسی وقت تک رکھنی چاہیئے جب تک کہ بال کالے ہیں۔ اور جب بال سفید ہو جائیں۔ تو داڑھی منڈوا دینی چاہیئے۔ انہوں نے کہا صرف مولانا غلام رسول مہر کو ہی ایسے مولانا کے طور پر جانتا ہوں جن کی داڑھی نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا آپ مانتے ہیں۔ کہ مشکوٰۃ کی ایک حدیث کے مطابق اب تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہو چکے ہیں۔

جواب:۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو

سوال: کن نبیوں کا قرآن میں خاص طور پر ذکر آیا ہے۔

جواب:۔ اس کا علم علماء کو ہی ہونا چاہیئے

سوال:۔ ظل کیا ہے؟

جواب:۔ میں نے اس لفظ کو ہی کبھی نہیں سنا۔ اس کا علم علماء کو ہی ہونا چاہیئے

سوال:۔ نبی امتی کون تھا؟

جواب:۔ اس کا جواب بھی علماء کو ہی دینا چاہیئے۔

بغداد الجدید۔ ۷ نومبر۔ بہاولپور کے وزیر اعلیٰ سید حسن محمود اپنی کابینہ کے ایک وزیر سردار محمد ایوب کے ہمراہ آج اچانک کراچی روانہ ہو گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ انہیں حکومت پاکستان نے فوری طور پر کراچی طلب کیا ہے۔ ان کی اس اچانک روانگی کو مقامی سیاسی حلقوں میں بہت اہمیت دی جا رہی ہے

وزیر اعظم مسٹر محمد علی کی چوتھی ماہانہ

نشری تقریر

کراچی ۲ نومبر۔ کل رات ۷½ بجے ریڈیو پاکستان کے وزیر اعظم نے جو تقریر نشر کی۔ اس کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

میرے ہم وطنو! کوئی دس دن سے میں بیمار ہوں اور اب تک بستر سے نہیں اٹھا۔ چنانچہ آج میں بستر پر ہی لیٹے لیٹے آپ کو مخاطب کر رہا ہوں۔ چاہے میری بیماری ہو یا کوئی اور چیز مہینے کی پہلی تاریخ کو آپ کے اور میرے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہونی چاہیئے اور کچھ بھی ہو۔ مجھے ملت کے سامنے ضرور پیش ہونا چاہیئے کسی نہ کسی طرح میں نے ڈاکٹروں سے اجازت لے ہی لی۔ کہ اس وقت آپ کو مخاطب کر دوں۔ ریڈیو پاکستان نے میرے بستر کے قریب مائیکروفون لگا رکھا ہے اور یہیں سے میں آپ کو مخاطب کر رہا ہوں۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اگرچہ میں صحت یاب ہو رہا ہوں لیکن مجھے پوری طرح صحت یاب ہونے میں کچھ روز اور لگیں گے۔ اور اس کے بعد میں معمول کے مطابق اپنی مصروفیات کو پورا کر سکوں گا۔

آئینی فارمولا پچھلے مہینے کی پہلی تاریخ سے لیکر آج تک کے عرصہ میں ایک ایسی بات ہوئی ہے جو نہایت اہم ہے اور جس پر ہم جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ وہ بات یہ ہے۔ کہ پاکستان کی مختلف وحدتوں نے مل کر آئینی تعطل کا ایک حل نکال لیا ہے۔ مسلم لیگی پارلیمنٹری پارٹی نے متفقہ طور پر وہ اصول منظور کر لیا ہے جس کے تحت مجوزہ دو ایوانی وفاقی مجلس قانون ساز میں مختلف صوبوں کو مناسب نمائندگی حاصل ہو گی۔ اور جس کی رو سے وفاقی حکومت کی توضیح و تشکیل ہو گی۔ آج میں خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو یہ راہ سجھا دی۔ جس پر چل کر ہم اپنے آئندہ آئین کو منزل تک پہنچا سکتے ہیں۔ مجلس دستور ساز میں آئین سازی کا کام باقاعدگی سے ہو رہا ہے لہٰذا میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر عوام اس مسئلہ پر دور رس نگاہ ڈالیں۔ تو یہ سمجھوتہ اس قدر جلد کبھی رونما نہ ہوتا۔ جس اصول وضع کیا گیا ہے۔ وہ ایسا ہے۔ کہ ملک کے دو بڑے حصے ایک دوسرے کی امداد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ ملک کے یہ دو بڑے حصے ایک دوسرے سے اور زیادہ قریب آ جائیں گے۔ اور ان دونوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں رہے گا۔ چنانچہ وہ رشتہ جو ملک کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے ملائے ہوئے ہے۔ مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے گا۔

اس تعاونی رویئے کو دیکھ کر مجھے بے انتہا خوشی ہوتی ہے۔ اور آپ کو بھی اس خوشی میں شریک سمجھتا ہوں۔ سمجھوتے سے پہلے جو بحث مباحثہ ہوا۔ اس میں ایک بات خاص طور پر واضح تھی۔ اور وہ یہ کہ صوبائی رہنماؤں اور نمائندوں کی انتہائی کوشش یہ رہی کہ ملک و ملت کے مفاد کو علاقائی مفاد پر ترجیح دیں۔

پاکستان مقدم اور علاقائی مفاد مؤخر یہی اصول ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا۔ اگر یہ اصول پیش نظر نہ ہوتا۔ تو سمجھوتے کا ہونا ناممکن تھا۔ سمجھوتے تک پہنچنے سے پہلے کی ہر منزل میرے لیئے ایک نیا اور ہمت افزاء تجربہ تھی۔ اس سے یہ بات خوب اچھی طرح روشن ہو گئی۔ کہ جب کبھی قوم کو کوئی سخت مرحلہ پیش آتا ہے۔ قوم تنگ نظری کو چھوڑ کر وسیع نظری اختیار کر لیتی ہے۔ اور عوام کے نمائندے ملک کے عام مفاد کے پیش نظر اعلیٰ درجے کی فراست کا ثبوت دیتے ہیں۔ نظر کی یہ وسعت ہماری قوم کا سب سے بڑا افتخار ہے۔

بعض حلقوں میں توازن قائم رکھنے کی تدبیروں کو شک کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ جو اصول پاکستان کی سالمیت اور پاکستان کے اتحاد کو مدنظر رکھ کر وضع کیا گیا ہے وہ ضرور کامیاب ہو گا۔

بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں اس وجہ سے بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ کہ جو اصول وضع کیا گیا ہے۔ وہ پورے طور پر سمجھا نہیں گیا۔ بعض چھوٹی وحدتوں کو اکٹھا کر کے ایک بڑی وحدت بنائی گئی ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں۔ کہ چھوٹی وحدتیں کسی معاملے میں دوسری چھوٹی وحدتوں کی محتاج ہونگی یہ گروہ یا جماعتیں اس لیئے بنائی گئی ہیں تاکہ مختلف وحدتوں کو جو نشستیں دی گئی ہیں ان میں ان کا بھی حصہ ہو۔ چھوٹی وحدتوں کو یہ حق حاصل ہو گا۔ کہ آزادانہ طور پر اپنی مرضی کے مطابق اپنے نمائندے منتخب کر سکیں۔ ان نمائندوں کے انتخاب میں گروہ کی کسی اور وحدت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو گا۔

خوراک جب آپ کی موجودہ حکومت نے ملک کا انتظام سنبھالا۔ تو ملک کے سامنے چار بڑے مسئلے تھے۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم مسئلہ خوراک کی کمی کا تھا۔ قحط کے منحوس بادل آسمان پر منڈلا رہے تھے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ یہ مسئلہ امریکہ، کناڈا اور آسٹریلیا کے تعاون سے حل ہو گیا۔ اور ان کے تعاون کی وجہ سے غلے کی قیمت کم ہو گئی ہے گیہوں کے آنے کی وجہ سے حکومت نے اس کی قیمت کم کر دی۔ مستحق لوگوں میں مفت گیہوں تقسیم کیا۔ اور ان علاقوں میں امدادی کام شروع کر دیا۔ جہاں غلے کی کمی تھی۔

اقتصادی حالت دوسرا مسئلہ جو آپ کی حکومت کو درپیش تھا۔ وہ اقتصادی بدحالی کا تھا۔ اس اقتصادی بدحالی کے ساتھ ساتھ حکومت کے بجٹ کی تشکیل میں بھی چند مشکلیں درپیش تھیں۔ اب حالت پہلے سے بہت اچھی ہے۔ اور مستقبل روشن نظر آتا ہے۔ پٹ سن کی موجودہ قیمت پچھلے سال سے کہیں بہتر ہے اور کسی حد تک اب بھی بڑھ رہی ہے۔ ہماری برآمد بہتر ہو گئی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ اب ہماری پٹ سن کی ملکی مصنوعات ہماری ۸۵ فی صدی ضروریات پوری کرتی ہیں۔ اس سے تقریباً ۲۱/۲ کروڑ روپے کا زرمبادلہ بچ جاتا ہے۔ سوتی کی منڈی کی حالت بھی مستحکم ہے۔ اور زبردست امکان ہے۔ کہ روئی سے ہماری آمدنی پچھلے سال کی بہ نسبت زیادہ ہو گی جہاں تک کپڑے کی تیاری کا تعلق ہے۔ گو اس وقت ہم اپنی ضروریات سے کم تیار کرتے ہیں لیکن مجھے امید ہے۔ کہ آئندہ دو یا تین سال کے اندر اندر ہم ملک ہی میں اپنی تمام ضروریات قریب قریب پوری کر لیں گے۔ آپ کو یہ سن کر بھی خوشی ہو گی۔ کہ چٹاگانگ کے قریب چندر گونا میں ہمارے کاغذ کے مل نے کاغذ بنانا شروع کر دیا ہے۔ جب یہ پورے طور پر کام کرنے لگے گا۔ تو ہماری کاغذ کی تمام تر ضروریات کو پورا کر دے گا۔ اس مل میں جو کاغذ تیار ہوا ہے اس کا نمونہ میں نے دیکھا ہے۔ اور اسے دیکھ کر مجھے بے انتہا خوشی ہوئی ہے۔ اب تک تو کاغذ کا ایک ایک پرزہ ہم باہر سے منگواتے تھے۔ اب اس مل کی وجہ سے ہمارے ملک کا بہت سارا پیسہ خرچ ہونے سے بچ جائیگا ترقی کے ان تمام منصوبوں کی وجہ سے اور خود اپنے اوپر عائد کی ہوئی کفایت شعاری کی وجہ سے ہماری اقتصادی حالت پہلے کی بہ نسبت بہت اچھی ہو گئی ہے۔ ہمارے بجٹ کی بھی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی حکومت چھان بین کرتی رہے گی۔ اور کوشش کرتی رہے گی۔ کہ عوام کی خوشحالی کے پیش نظر ہر وہ تدبیر اختیار کرے۔ جس سے اقتصادی بدحالی کا خطرہ کم سے کم تر ہوتا چلا جائے۔

لیکن ہم کو اس بات کا شدت سے احساس ہے۔ کہ عوام کو روزمرہ کے استعمال کی چیزیں حاصل کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے ایک کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو آپ کی حکومت کو ان تین امور کو جلد سے جلد حاصل کرنے کیلئے مشورہ دے گی۔ اول یہ کہ وہ کونسی ایسی تدبیریں ہیں جن پر عمل کرنے سے پاکستان کی موجودہ صنعتوں میں کم سے کم عرصے میں زیادہ سے زیادہ ترقی ہو سکے دوسرے یہ کہ جو کارخانے اس وقت زیر تعمیر ہیں وہ جلد سے جلد کیونکر مکمل ہو سکتے ہیں۔ تیسرے یہ [illegible] بات کہ ہم چیزیں تیار کرنے کے لیئے کیا تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں۔ اس کمیٹی کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ سوت اور کپڑے کی تیاری پر خاص توجہ دے۔ کمیٹی سے کہا گیا ہے۔ کہ قیمتوں میں ایسا مناسب تغیر و تبدل کرے۔ کہ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں آسانی سے مہیا ہو سکیں۔ اور ساتھ ہی ان تجویزوں کا خاص خیال رکھے جن کی رو سے ملک افراط زر کے نقصانات سے بچا رہے۔

کمیٹی سے یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ تجاویز پر عمل کرنے کے لیئے جن اداروں کی ضرورت ہے۔ ان کی تشکیل کی سفارش بھی کرے۔ اس کمیٹی کے صدر پاکستان انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے چیئرمین مسٹر غلام فاروق ہونگے۔ اس کمیٹی میں مسٹر فاروق کے علاوہ یہ حضرات شامل ہونگے مسٹر ایم۔ اے اصفہانی، مسٹر نصیر اے شیخ، مسٹر سعید حسن وزارت اقتصادی امور، مسٹر این ایم خان وزارت صنعت، مسٹر عثمان علی وزارت تجارت اور مسٹر ایوب وزارت مالیات۔ کمیٹی اس بات کی مجاز ہو گی۔ کہ سرکاری یا غیر سرکاری حضرات میں سے جن کو چاہے شامل کرے۔ کمیٹی کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ایک مہینے کے اندر اندر اپنی رپورٹ پیش کرے۔ آپ کی حکومت کا یہ مصمم ارادہ ہے۔ کہ ملک کے تمام ذرائع کو اس طرح کام میں لایا جائے۔ کہ ملک کی پیداوار میں اضافہ ہو۔ اور ایک تو ملک میں روزمرہ کے استعمال کی چیزوں کی کمی کو پورا کیا جائے دوسرے یہ کہ دوسرے ملکوں کے ہاتھ مال بیچ کر جو رقم ہم کو وصول ہوتی ہے اس کا استعمال

(باقی دیکھیں صفحہ ۵)

دنیا کے مسلمانوں کی آبادی

۲۷ کروڑ چالیس لاکھ

روم یکم نومبر: پاپائے روم کے شہر ویٹی کن کے روزنامہ نے بتایا ہے۔ کہ دنیا میں اس وقت کل ۲۷ کروڑ چالیس لاکھ مسلمان ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا بھر میں ۴۲ کروڑ ۴۰ لاکھ ۳۱ ہزار کیتھولک ۲۰ کروڑ ۲۰ لاکھ پروٹسٹنٹ اور ۱۴ کروڑ ۴۰ لاکھ قدامت پسند عیسائی بھی ہیں۔